کے علاوہ اپنے مضمون کے آخر میں "عورت کی حکمرانی" کا قصہ بھی چھیڑ دیا ہے اور اس کی حمایت کرنے والے علماء دیوبند (جن میں وہ خود بھی شامل ہیں) کو مولانا محمد قاسم نانوتوی کی "ناخلف اولاد" قرار دینے پر میری گرفت فرمائی ہے۔ میں زبان کی اس سختی پر ان سے معذرت خواہ ہوں مگر وہ اس امرِ واقعہ پر غور فرمائیں کہ دیوبند' اس کی معروف شاخوں ڈابھیل' اکوڑہ خٹک' جامعہ اشرفیہ لاہور' مدرسہ قاسم العلوم ملتان' دارالعلوم کورنگی اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن یا کسی اور چھوٹے بڑے دارالعلوم' ہم مسلک' ندوۃ العلماء لکھنؤ' الازہر قاہرہ اور سعودی عرب میں شیخ عبداللہ بن باز کے دارالافتاء سمیت وہ کون سا دینی ادارہ ہے' جس نے متفقہ طور پر عورت کی حکمرانی کو ناجائز نہ ٹھہرایا ہو؟ - دیوبند کے دارالافتاء نے تو بیگم بھوپال کے سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتوے کے باوجود اپنے دارالافتاء سے دو بار عورت کی سربراہی کے ناجائز ہونے کا فتوٰی جاری کیا- ممتاز بریلوی اور اہل حدیث علماء کا فتوٰی بھی یہی ہے - اس "اجماع امت" کے مقابلے میں دو چار حضرات کی آراء کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟ اللہ نے جس عورت کو مصلّے کی امامت کا بھی اہل قرار نہیں دیا' اسے ملک کی امامت سونپنے کا تصور چند افراد ہی کے ذہنوں میں ابھر سکتا ہے- مسلمانوں کا اجتماعی' سیاسی و دینی شعور اسے کبھی قبول نہیں کر سکتا-

اپنی اس وضاحت کے باوجود میں اپنے ہر امکانی سہو پر اپنے رب سے مغفرت' توفیقِ توبہ اور اصلاح و ہدایت کا طلب گار ہوں اور کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو اس سے معذرت خواہ ہوں-

محمد صلاح الدین

۲۳ نومبر ۸۹ء

کراچی

LEARN & TEACH QURAN

© rasailojaraid.com

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرہ (۴)

(ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) کا ایک خاص طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کی وضاحت مقدمہ (حکمت قرآن فروری ۸۹ء) میں کردی گئی تھی۔ جن حضرات کی نظر سے وہ شمارہ نہیں گزرا۔ ان کے لیے دوبارہ اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔ [قطعہ بندی کے لیے سب سے پہلا دائیں طرف والا ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد اگلا دائیں طرف والا قطعہ نمبر (جو اس سورۃ میں سے زیر مطالعہ ہے) کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد تیسرا نمبر بحث اللغہ کے لیے ۱، بحث الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ لکھا گیا ہے مثلاً ۱:۳:۲ کا مطلب ہے سورۃ الفاتحہ کے تیسرے قطعہ میں بحث الاعراب]۔

۲:۴ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤

۲:۴:۱ اللغۃ

۲:۴:۱(۱) [أُولَٰئِكَ] اسم اشارہ بعید برائے جمع مذکر و مؤنث (بمعنی "وہ سب") اس کی اصل " أُولَاءِ " ہے۔ پھر اشارہ قریب کے لئے اس سے پہلے " ھا " لگا کر " هٰؤُلَاءِ " بنا لیتے ہیں جو بمعنی "یہ سب" مذکر مؤنث کے لئے مشترک ہے۔ اور بعید کے لئے آخر پر " كَ " لگاتے ہیں (جسے نحوی " کافِ خطاب " کہتے ہیں۔ ڈکشنری میں یہ (اولئک) آپ کو "ال ی" مادہ میں ملے گا اور بعض اسے مادہ "اول" کے تحت بیان کرتے ہیں۔ اس کا ان مادوں سے بننے والے افعال سے کوئی

تعلق نہیں صرف اس کے حروف کی ابجدی ترتیب کے لئے اسے ان مادوں کے تحت بیان کیا جاتا ہے ـــ اسمائے اشارہ پر ایک اجمالی سی بحث اس سے پہلے البقرہ : ۲ (۲ : ۱ : ۱) کے تحت بھی گزر چکی ہے۔

[عَلٰى] حرف الجر ہے۔ اس کے معنی اور استعمالات پر (۱ : ۶ : ۱(۳)) میں بات ہو چکی ہے (حکمتِ قرآن اگست ۸۹ء، ص۳۶) یہاں اس کا ترجمہ "پر" ہوگا۔

۲:۴:۱(۲) [هُدًى] کی لغوی بحث اسی سورت کے شروع میں (ھدی للمتقین) میں (۲ : ۱ : ۱ (۴)) اور سورۃ الفاتحہ میں (اھدنا) کے ضمن میں (۱ : ۵ : ۱(۱)) گزر چکی ہے۔ ھُدًی کی دوسری شکل " ھدایۃ " بالملار " ہدایت "، بمعنی " راہ دکھانا " اردو میں مستعمل ہے۔ اس لئے بیشتر مترجمین نے اس کا ترجمہ " ہدایت " ہی کیا ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ " راہ "، " ٹھیک راہ "، " سیدھا راستہ "، " راستہ " بھی کیا ہے جو مفہوم اور محاورہ کے لحاظ سے درست ہے۔ تاہم جب " ھدی " ہی کے مادہ اور اشتقاق کا (اور ہم معنی) لفظ " ہدایت " اردو زبان میں اپنے اصل عربی معنوں کے ساتھ مستعمل ہے تو اسے اختیار کرنا زیادہ موزوں ہے۔

۲:۴:۱(۳) [مِنْ] حرف الجرّ ہے اور مواقع استعمال کے لحاظ سے یہ متعدد معنی دیتا ہے مثلاً حسب موقع اس کا ترجمہ (۱) سے (۲) میں سے (۳) کے مقابلے پر (۴) کے بارے میں (۵) کے عوض (۶) کے پاس سے (۷) کی طرف سے (۸) کچھ بھی (۹) کوئی بھی (۱۰) کی وجہ سے (۱۱) کا، کے، کی سے کیا جاتا ہے۔ اور کبھی یہ بعض دوسرے حروف جارہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً بِ = کے ساتھ، علی = اوپر، عَنْ = سے، کی طرف سے، فی = میں، اور عندَ (ظرف بنی کے ہاں۔ کے پاس) ـــ " مِنْ " کے بارے میں اس سے پہلے بحث استعاذہ (حکمتِ قرآن جون ۸۹ء ص۴۹) اور سورۃ البقرہ کی آیت ۳ کے ضمن میں (۲ : ۲ : ۱(۴)) بھی بات ہو چکی ہے۔ چاہیں تو ایک نظر اس پر بھی ڈال لیجئے۔ یہاں (آیت زیر مطالعہ) " مِنْ "، کا ترجمہ " کی طرف سے " یا " کی " کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

۲:۴:۱(۴) [رَبِّهِمْ] یہ ربّ + ھم (ضمیر غائبین بمعنی " ان کا ") سے مرکّب

© rasailojaraid.com

لغات و اعرابِ قرآن (۹)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرہ (۴)

[ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) کا ایک خاص طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کی وضاحت مقدمہ (حکمت قرآن فروری ۸۹ء) میں کردی گئی تھی۔ جن حضرات کی نظر سے وہ شمارہ نہیں گزرا۔ ان کے لیے دوبارہ اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔ [قطعہ بندی کے لیے سب سے پہلا دائیں طرف والا ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد اگلا دائیں طرف والا قطعہ نمبر (جو اس سورۃ میں سے زیر مطالعہ ہے) کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد تیسرا نمبر بحث اللغہ کے لیے ۱، بحث الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ لکھا گیا ہے مثلاً ۱:۳:۲ کا مطلب ہے سورۃ الفاتحہ کے تیسرے قطعہ میں بحث الاعراب]۔

۲:۴ أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤

۲:۴:۱ اللغۃ

۲:۴:۱(۱) [أُولَٰٓئِكَ] اسم اشارہ لبعید برائے جمع مذکر و مؤنث (بمعنی "وہ سب") اس کی اصل "أُولَاءِ" ہے۔ پھر اشارہ قریب کے لئے اس سے پہلے "ھا" لگا کر "ھٰؤُلَاءِ" بنا لیتے ہیں جو بمعنی "یہ سب" مذکر مؤنث کے لئے مشترک ہے۔ اور بعید کے لئے آخر پر "كَ" لگاتے ہیں (جسے نحوی "کافِ خطاب" کہتے ہیں۔ ڈکشنری میں یہ (اولئک) آپ کو "ال ی" مادہ میں ملے گا اور بعض اسے مادہ "اول" کے تحت بیان کرتے ہیں۔ اس کا ان مادوں سے بننے والے افعال سے کوئی

© rasailojaraid.com

تعلق نہیں صرف اس کے حروف کی ابجدی ترتیب کے لئے اسے ان مادوں کے تحت بیان کیا جاتا ہے ۔ اسمائے اشارہ پر ایک اجمالی سی بحث اس سے پہلے البقرہ ۲: ۲ (۲:۱:۱) کے تحت بھی گزر چکی ہے ۔

[عَلٰی] حرف الجر ہے۔ اس کے معنی اور استعمالات پر (۱:۶:۱(۳)) میں بات ہو چکی ہے (حکمت قرآن اگست ۸۹ء، ص۳۶) یہاں اس کا ترجمہ "پر" ہوگا۔

۲:۴:۱ (۲) [هُدًى] کی لغوی بحث اسی سورت کے شروع میں (هدی للمتقین) میں (۲:۱:۱(۴)) اور سورۃ الفاتحہ میں (اهدنا) کے ضمن میں (۱:۵:۱(۱)) گزر چکی ہے۔ هُدًى کی دوسری شکل " هدایۃ " باملاء " ہدایت "، بمعنی " راہ دکھانا " اردو میں مستعمل ہے۔ اس لئے بیشتر مترجمین نے اس کا ترجمہ " ہدایت " ہی کیا ہے بعض نے اس کا ترجمہ " راہ "، " ٹھیک راہ "، " سیدھا راستہ "، " راستہ " بھی کیا ہے جو مفہوم اور محاورہ کے لحاظ سے درست ہے۔ تاہم جب " هدی " ہی کے مادہ اور اشتقاق کا (اور ہم معنی) لفظ " ہدایت " اردو زبان میں اپنے اصل عربی معنوں کے ساتھ مستعمل ہے تو اسے اختیار کرنا زیادہ موزوں ہے ۔

۲:۴:۱ (۳) [مِنْ] حرف الجرّ ہے اور مواقع استعمال کے لحاظ سے یہ متعدد معنی دیتا ہے مثلاً حسب موقع اس کا ترجمہ (۱) سے (۲) میں سے (۳) کے مقابلے پر (۴) کے بارے میں (۵) کے عوض (۶) کے پاس سے (۷) کی طرف سے (۸) کچھ بھی (۹) کوئی بھی (۱۰) کی وجہ سے (۱۱) کا، کے، کی سے کیا جاتا ہے۔ اور کبھی یہ بعض دوسرے حروف جارہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً بِ = کے ساتھ، علی = اوپر، عَنْ = سے، کی طرف سے، فی = میں، اور عِنْدَ (ظرف بمعنی کے ہاں ۔ کے پاس) ۔ " مِنْ " کے بارے میں اس سے پہلے بحث استعاذہ (حکمت قرآن جون ۸۹ء ص۴۹) اور سورۃ البقرہ کی آیت ۳ کے ضمن میں (۲:۲:۱(۴)) بھی بات ہو چکی ہے۔ چاہیں تو ایک نظر اس پر بھی ڈال لیجئے ۔ یہاں (آیت زیر مطالعہ) " مِنْ " کا ترجمہ " کی طرف سے " یا " کی " کے ساتھ ہو سکتا ہے ۔

۲:۴:۱ (۴) [رَبِّهِمْ] یہ ربّ + هم (ضمیر غائبین بمعنی " ان کا ") سے مرکب

© rasailojaraid
© rasailojaraid

ہے۔ لفظ " ربّ " کے مادہ، اشتقاق اور معنی پر سورۃ الفاتحہ کے شروع میں بات ہو چکی ہے (۱:۲:۱(۳)) اس لفظ (رب) کا ترجمہ بیشتر مترجمین نے " پروردگار " کیا ہے (جو ہمارے نزدیک نہایت موزوں ترجمہ ہے) اگرچہ بعض نے " ربّ " ہی رہنے دیا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اردو میں اپنے اصل دونوں معنی (پالنہار اور مالک) میں مستعمل ہے۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے حکمتِ قرآن جولائی ۸۹ء صـ۲۹-۲۸

" علی "، " ھدی "، " مِنْ " اور " ربّ " کے مذکورہ بالا معانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض مترجمین نے " علی ھدی من ربھم " کا ترجمہ " اپنے پروردگار / رب کی طرف سے ہدایت پر (ہیں)" کیا ہے۔ جب کہ بعض نے " اپنے پروردگار کے راستے پر / کی راہ پر / کے سیدھے راستے پر" کیا ہے جو لفظ " ھدی " کا تفسیری ترجمہ ہے۔ بعض نے " راہ ہے راہ اپنے رب کی " اور بعض نے "ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے "، کے ساتھ ترجمہ کیا ہے جو تفسیر اور مفہوم کے لحاظ سے درست سہی مگر الفاظِ عبارت (نص) سے بہت ہٹ گیا ہے۔ جن حضرات نے " ھدی " کا ترجمہ " راہ "، " راستہ "، " سیدھا راستہ "، کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ " ھدی " سے مراد یہی ہے بلکہ قرآن مجید میں " ھدی مستقیم " (الحج : ۶۷) بمعنی " صراطِ مستقیم " استعمال ہوا ہے۔

[وَاُولٰٓئِكَ] واو عاطفہ (بمعنی " اور ") + اولئِكَ (وہ سب) کا مرکب ہے۔ اولٰئِكَ پر ابھی اوپر بات ہوئی ہے۔

۱:۴:۲ (۵) [هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ] " ہیں " ھم "، ضمیر فصل ہے۔ جس کا مناسب اردو ترجمہ " وہ ہی "، " وہی تو " ہو سکتا ہے۔ اسی لئے بیشتر مترجمین نے " اولٰئِكَ هُمْ " کا ترجمہ " یہ لوگ ہی "، " وہی لوگ "، " یہی لوگ " یا " انہوں نے ہی " سے کیا ہے۔

" المفلحون " کا مادہ " ف ل ح "، اور وزن (لام تعریف کے بغیر) " مُفْعِلُوْنَ " ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد فَلَحَ ...... یفلَحُ فَلْحًا (باب

© rasailojaraid
© rasailojaraid

فتح سے) بمعنی ...... کو کاٹنا، پھاڑنا اور فلِح یَفلَح فَلَحًا (باب سمع سے) بمعنی "کٹنا، پھٹنا (خصوصاً ہونٹ کا) آتا ہے۔ تاہم قرآن کریم میں اس سے فعل ثلاثی مجرد یا اس کا کوئی مشتق استعمال نہیں ہوا۔

قرآن کریم میں اس مادہ سے صرف باب اِفعال کے فعل (ماضی اور مضارع) کے ستائیس صیغے (۲۷ جگہ) اور مشتق (صرف اسم الفاعل) تیرہ (۱۳) جگہ آئے ہیں۔ باب اِفعال (اَفلح یُفلِح اِفلاحًا) سے یہ فعل ہمیشہ لازم آتا ہے اور اس کے معنی "کامیاب ہونا، مراد پالینا" ہوتے ہیں۔ اور ان معنوں کے لئے اس کا مصدر قیاسی "افلاح" استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کی بجائے "فلاح" (کامیابی) بطور اسم و مصدر استعمال ہوتا ہے ــــ یہ بھی خیال رہے کہ اس فعل (اَفلح) کا مطلب صرف "نجات پانا" یا محض "چھٹکارا حاصل کرنا" نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معنی ہیں: "پوری پوری کامیابی حاصل کرنا یا پوری مراد پالینا"۔ اور ان ہی معنوں کے لحاظ سے اس کا اردو ترجمہ "فلاح پانا" بھی کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک طرح سے یہ لفظ اردو میں اپنے اصل عربی مفہوم کے ساتھ متعارف بلکہ متداول اور رائج ہے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ عموماً "آخرت کی فلاح" کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک دو جگہ "دنیوی" فلاح کے لئے بھی آیا ہے جس کا بیان اپنی جگہ آئے گا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آخرت میں "فلاح" (بامراد ہونے) کا یہ قرآنی تصور دوسرے مذاہب کے سعادتِ اُخروی کے تصورات مثلاً "نجات"، "رستگاری"، "مکتی"، "نروان" یا SALVATION وغیرہ کے تصور سے کہیں زیادہ بلند اور وسیع ہے۔

"المفلحون" مادہ "فلح" سے بابِ اِفعال کا صیغہ اسم الفاعل برائے جمع مذکر ہے اور "فلاح" اور "اَفلَحَ" کے مذکورہ بالا معنوں کو سامنے رکھتے ہوئے اردو مترجمین نے اس کا ترجمہ "مراد کو پہنچنے والے"، "پورے کامیاب"، "مرادیں پانے والے" اور "پورے بامراد" کیا ہے۔ بعض نے "چھٹکارا پانے

© rasailojaraid
© rasailojaraid

والے" اور "نجات پانے والے" بھی کیا ہے جو اصل لفظ "فلاح" کا جزوی مفہوم ہے۔ اسی طرح بعض نے اس (المفلحون) کا ترجمہ "مراد کو پہنچے" اور "مرادیں پائیں گے" سے کیا ہے جو محاورہ اور مفہوم کے لحاظ سے درست ہے تاہم یہ "مفلحون" سے زیادہ "یُفْلِحون" کا ترجمہ بنتا ہے۔ یعنی بلا وجہ "لفظ" سے دور جانے والی بات ضرور ہے۔

۲:۴:۲ الاعراب

(اولٰئِكَ على هدى من ربهم واولٰئِكَ هم المفلحون)

زیرِ مطالعہ آیۂ کریمہ دو اسمیہ جملوں پر مشتمل ہے جو واو عاطفہ سے ملائے گئے ہیں۔ پہلا جملہ "اولٰئِكَ على هدى من ربهم" اور دوسرا "اولٰئِكَ هم المفلحون" ہے۔ پہلے جملہ میں [اولٰئِكَ] مبتدأ ہے اور [على هدًى] جار مجرور مل کر قائم مقام خبر ہے یا یوں کہیے کہ اصل خبر (مثلاً ثابتون = قائم ہیں) محذوف ہے گویا دراصل "اولٰئِكَ ثابتون على هدى" ہے۔ اس طرح "على هدى" جار مجرور اس خبر محذوف "ثابتون" سے متعلق ہے یعنی قائم ہیں ہدایت پر۔" [مِنْ رَبِّهِمْ] میں "مِن" حرف الجر ہے اور "ربهم" مضاف (رب) + مضاف الیہ (هم) مل کر مجرور ہے۔ جر کی علامت یا اس کا اثر "ربِّ" کی بِ یعنی باء کی کسرہ (ـِ) میں ظاہر ہے۔ یہ پورا مرکّب جاری (من ربهم) "هُدًى" کی (جو نکرہ موصوفہ ہے) کی صفت یعنی اس کا بیان ہے۔ "یعنی اس ہدایت پر / یا اس سیدھی راہ پر جو ان کے رب کی طرف سے ہے" اور اگر "هدًى" کی تنکیر (نکرہ ہونا) برائے تعظیم مرادلیں تو ترجمہ "ایک بڑی ہدایت پر" بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں "مِن" بیانیہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے "هدى" کی وضاحت کی گئی ہے۔ گویا یہ اس سوال کا جواب ہے کہ وہ کونسی یا کیسی یا کس قسم کی ہدایت پر ہیں؟ اور پھر بیانیہ ہوتے ہوئے بھی یہاں "مِنْ" کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) کسی غایت کی ابتداء (ابتداء الغایۃ) کے معنی

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

لیں تو اردو میں " کی طرف سے، کی جانب سے " کے ساتھ ترجمہ ہوگا اور (۲) اگر " اضافت " (نکرہ) کے معنوں میں لیں تو اردو ترجمہ " کی یا کا " سے ہوگا (خاتم من الفضۃ کی طرح) اور یہ اضافت صرف " نسبت " کے معنوں میں ہے " جزویت " کے معنوں میں نہیں یعنی " مِنْ " تبعیضیہ (برائے جزویت) نہیں ہے ــ (۲) اور اگر اس " مِن " کو تبعیضیہ سمجھ لیں تو بھی " ربھم " سے پہلے ایک محذوف ماننا پڑے گا یعنی " مِن (دینِ) ربھم " کیونکہ " ھدی " رب کا جزء (کچھ حصہ) تو نہیں ہے۔ تاہم یہ (جزویت والی) بحث صرف بعض نحویوں نے کی ہے۔ کسی اردو مترجم نے اس کو ملحوظ نہیں رکھا اور غالباً اس کی ضرورت بھی نہیں ہے ــــ اوپر (۲:۴:۱(۴) میں) جو ترجمے دیئے گئے ہیں ان کو دیکھ کر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس مترجم نے الفاظ کے ترجمہ اور معنی کے علاوہ ترکیبِ نحوی میں کس چیز کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے؟ [وَ اُولٰٓئِکَ] میں واو عاطفہ (جو یہاں دو جملوں کو ایک دوسرے پر عطف کرتی (ملاتی) ہے)۔ اور " اولٰئِکَ " مبتدأ ہے۔ لہٰذا اسے مرفوع سمجھا جائے گا (مبنی ہونے کے باعث اس میں کوئی علامتِ اعراب نہیں ہے)۔ [ھُمْ] ضمیر فصل ہے جو عموماً معرف باللام خبر پر آتی ہے جس کا اردو ترجمہ " ہی " سے ہو سکتا ہے یعنی " اولئک ھم " = وہ ہی لوگ یا وہی لوگ " ـــــ اور " ھم " مبتدأ اور [المفلحون] خبر معرفہ (معرف باللام) ہو کر یہ پورا جملہ اسمیہ (ھم المفلحون) " اولئک " کی خبر بھی ہو سکتا ہے دونوں صورتوں میں خبر کے معرفہ ہونے کی بنا پر ترجمہ میں " تو " کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ یعنی " وہی لوگ تو " ــــ........ اس طرح یہ دونوں جملے (آیت ۵ ـ زیرِ مطالعہ) " الذین یومنون بالغیب ...... یوقنون " تک (آیت ۳ و ۴) کی خبر ہیں یعنی ایک جملہ خبرِ اوّل اور دوسرا جملہ خبرِ ثانی ہے۔ چونکہ " الذین " کے بعد (صلہ کی) بات لمبی ہو گئی لہٰذا اس کے لئے خبر کے طور پر مستقل جملہ اسمیہ لایا گیا ہے ــ گویا ہر ایک " اولئک " میں ـ آیت ۳ و ۴ میں مذکورہ صفات والے

© rasailojaraid.com

لوگوں کی طرف اشارہ ہے ۔

۳:۴:۲ الرسم

(اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون)

[اولٰئک] کی کتابت رسمِ عثمانی اور عام رسم قیاسی میں یکساں ہے۔ بلکہ یہ ان کلمات میں سے ہے جن کی املاء، عربی املاء پر رسمِ عثمانی کے اثرات کا ایک مظہر ہے۔ اگر نطق اور تلفظ کے مطابق لکھا جائے تو اس کی املاء " اُلَآئِکَ " ہونی چاہیئے مگر اس میں ابتدائی ھمزہ (جو بصورت الف لکھا جاتا ہے) کے بعد ایک "واؤ" لکھی جاتی ہے جو پڑھی نہیں جاتی۔ علماءِ رسم نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ الیک سے تمیز کرنے کے لئے زائد " و " لکھی گئی (جیسے "عُمَر" اور " عَمْر" میں فرق کرنے کے لئے مؤخرالذکر کے آخر پر " و " لکھ دیتے ہیں۔ " عمر اور عمرو")۔ کیونکہ شروع میں جب قرآن مجید کی (بلکہ عام عربی کی بھی) کتابت نقاط و حرکات کے بغیر ہوتی تھی تو ان دو لفظوں " اولٰئک اور الیک " میں تمیز کی علامت یہی " و " ہوتی تھی۔ (۲) دوسری وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ ابتدائی دَور (ظہورِ اسلام سے کچھ پہلے اور کچھ عرصہ بعد) میں عربی املاء میں ضمہ (ُ) کے لئے حرفِ مضموم کے بعد " و " ، فتحہ (َ) کے لئے حرفِ مفتوح کے بعد " ا " اور کسرہ (ِ) کے لئے حرفِ مکسور کے بعد " ی " لکھنے کا رواج تھا۔[ل] تاہم اس کے استعمال میں پختگی اور باضابطہ یکسانیت پیدا نہیں ہوئی تھی بعض کلمات تو اس قاعدہ کے تحت لکھ لئے جاتے تھے۔ ورنہ اکثر اس قاعدہ کا اطلاق مفقود ہوتا تھا۔ اس حرکات بذریعہ حروفِ علّت " (ا ، و ، ی) ظاہر کرنے کی متعدد یادگاریں قرآنی کلمات کے رسمِ عثمانی میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ " اولٰئک " ہے۔

ل جیسے انگریزی میں حروفِ علّت (VOWELS یعنی u, e, i, o, a) سے حرکات کا کام لیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid
© rasailojaraid

اس قسم کے مزید کلمات سے ہم اپنے موقع پر دو چار ہونگے ۔

" اولئک " کے رسم (طریق املاء) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں "ل" کے بعد " الف " محذوف ہے یعنی لکھا نہیں جاتا مگر پڑھا " لا " ضرور جاتا ہے ۔ تیسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ " ل " اور " ك " کے درمیان ھمزہ کے لئے ایک نبرہ (دندانہ) لکھا جاتا ہے ۔ یہ " دندانہ " دراصل " ی " کا " دندانہ " ہے۔ کیونکہ ھمزہ متوسطہ مکسورہ جب الف ممدودہ کے بعد آئے تو وہ " ی " پر لکھا جاتا ہے ۔ تاہم یہاں (عموماً) اس دندانہ کے نیچے " ی " کے دو نقطے نہیں ڈالے جاتے البتہ " ضبط " میں " ء " کو اس دندانہ کے نیچے لکھتے ہیں تاکہ " یاء (ی) " سے التباس ہی نہ ہو مثلاً " اولیٰك " ۔

[علی] کا رسم (املاء) نطق کے مطابق ہوتا تو اسے " عَلا " لکھتے مگر اسے " الف " کی بجائے " ی " سے لکھتے ہیں (مگر یہ پڑھا الف ہی جاتا ہے اور اسے " الف مقصورہ " کہتے ہیں) ۔ جب یہ مجرور (بالجر) ضمیروں سے پہلے آتا ہے تو اسے " ی " ہی پڑھتے ہیں ۔ جیسے ابھی آپ نے " علیھم " (سورۃ الفاتحہ) میں دیکھا تھا ۔ یہی صورت " اِلیٰ " کی ہے ۔ " علی " کا عام عربی املاء میں اس طرح (علی) لکھا جانا بھی عام عربی املاء پر رسم عثمانی کے اثرات کا ایک مظہر ہے ۔

[ھدی] کی املاء (رسم الخط) کے بارے میں اسی سورت کے آغاز میں " ھدی للمتقین " کے ضمن میں بات ہو چکی ہے ۔

[من ربھم] کی املاء بھی رسم معتاد کے مطابق ہی ہے اس میں " من " کو الگ مگر " ربھم " کو ملا کر لکھا جاتا ہے ۔

[اولئک ھم المفلحون] میں سے " اولئک " کے رسم پر ابھی بات ہو چکی ہے ۔ " ھم " اور " المفلحون " دو الگ الگ کلمات کی شکل میں لکھے جاتے ہیں یعنی ان کا بھی رسم عثمانی اور رسم معتاد یکساں ہی ہے ۔

© rasailojaraid.com

۲ : ۴ : ۴ الضبط

(اولٓئك علی هدی من ربهم و اولٓئك هم المفلحون)

آیت زیرِ مطالعہ کے کلمات کے ضبط میں حسب ذیل اختلافات قابلِ ذکر ہیں:

(۱) ھمزۃ الوصل کی علامت ڈالنا یا نہ ڈالنا اور ڈالنے کی صورت میں اس کی شکل (صـ ۰) کا اختلاف، یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ علامت صرف عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں مستعمل ہے۔ اس اختلاف کا مظہر کلمہ " المفلحون " کا ضبط ہو گا۔

(۲) ھمزۃ القطع کی علامت قطع مختلف شکلوں (ء ، ک ، ٤ ، ٥) میں ڈالنے کا رواج ہر جگہ ہے تاہم ابتدائے کلمہ میں جب ھمزۃ القطع بصورت الف (ا) لکھا جاتا ہے تو اس پر علامتِ قطع ڈالنے کا رواج مشرقی ملکوں (ترکی ، ایران ، برصغیر ، چین وغیرہ) میں صدیوں سے متروک ہو چکا ہے۔ البتہ عرب اور افریقی ملکوں میں اس کا رواج موجود ہے۔ اس اختلاف کا اثر کلمہ " اولٓئك " کے ضبط میں ظاہر ہو گا۔

(۳) واو ساکنہ ماقبل مضموم پر علامتِ سکون صرف برصغیر میں ڈالی جاتی ہے اس کا نمونہ کلمہ " المفلحون " کا ضبط ہو گا۔

(۴) صرف افریقی ممالک میں نون متطرفہ (آخر پر آنے والا نون) کو اعجام یعنی نقطے سے خالی رکھا جاتا ہے۔ نیز " ف " کو " ڢ " لکھا جاتا ہے۔ اس اختلاف کا اثر بھی کلمہ " المفلحون " کے ضبط میں ظاہر ہو گا۔

(۵) تنوین اخفاء و اظہار کی شکل میں فرق صرف عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں کیا جاتا ہے یعنی تنوین اظہار کے لئے متراکب حرکات (ـً ، ـٍ ، ـٌ) ڈالی جاتی ہیں۔ جبکہ تنوین اخفاء کیلیے متتابع حرکات (ـً ، ـٍ ، ـٌ) لکھی جاتی ہیں۔ پاکستان میں صرف " تجویدی قرآن " کی کتابت اور ضبط میں تنوین کے اس فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ایران ترکی برصغیر اور چین میں صرف تنوین متراکب ہی استعمال ہوتی ہے۔ اخفاء و اظہار کا استعمال استاد کی شفوی (زبانی) تعلیم پر منحصر ہے البتہ چین میں تنوین اظہار کے نیچے یا ساتھ ایک چھوٹا سا " ن " لکھ دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

اور تنوینِ اخفاء کے لیے تنوین کے اوپر تین باریک نقطے "∴" لکھ دیتے ہیں۔
تنوین کی صورت کے اس فرق کا اثر کلمہ "ھدی" کے ضبط میں سامنے آئیگا۔

(۶) نون ساکنہ مخفاۃ (ایسا ساکن نون جس کے بعد کوئی حرف اخفاء آرہا ہو) کو علامتِ سکون سے خالی رکھنے کا رواج بھی صرف عرب اور افریقی ملکوں میں ہے۔ مشرقی ممالک میں یہ علامتِ سکون ڈالی جاتی ہے۔ نون ساکنہ مخفاۃ کے بعد اگر "یرملون" میں سے کوئی حرف آرہا ہو تو وہ نون اس میں مدغم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لئے اس حرف (مدغم فیہ) پر علامت تشدید ڈالنے کا رواج ہر جگہ ہے ماسوائے ایران اور ترکی کے۔ ضبط کے اس طریق کا فرق "من ربھم" کے ضبط میں نمایاں ہوگا۔

(۷) الف محذوفہ کو بذریعہ ضبط ظاہر کرنے کے لئے مشرقی ممالک صرف علامتِ اشباع "کھڑی زبر" (ـٰ) استعمال ہوتی ہے جب کہ عرب اور افریقی ممالک میں اس مقصد کے لئے "فتحہ مع الف صغیرہ" یعنی فتحہ کے ساتھ کھڑی زبر (ـَٰ) ڈالتے ہیں۔ اس اختلاف کا اثر "اولٰئک" اور "علی" کے ضبط پر پڑے گا۔

(۸) حروف زوائد (جو حرف لکھے جاتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے) پر "علامتِ زیادۃ" (یا علامتِ تنسیخ) بصورت "دائرہ صغیرہ" (ۛ۟) ڈالنے کا طریقہ عرب اور افریقی ممالک میں بڑی وسعت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے حتیٰ کہ وہاں واو الجمع کے بعد آنے والے "الف" (ا) پر بھی یہ علامت ڈالتے ہیں۔ یوں وہاں "علامتِ زیادۃ" سینکڑوں جگہ استعمال ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مشرقی ممالک میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو حرف (زائد) پڑھا نہیں جاتا اسے ہر قسم کی علامت ضبط سے خالی رکھا جاتا ہے۔ اس طرح کوئی بیس کے قریب ایسے مقامات رہ جاتے ہیں جن میں حرف مفتوح کے بعد الف (ا) آتا ہے مگر یہ زائد ہوتا ہے یعنی اپنے ماقبل کو مد نہیں دیتا۔ بس ایسے "الفات" پر التباسِ مد سے بچنے کے لئے علامتِ زیادۃ — بصورت دائرہ صغیرہ — ڈال دی جاتی ہے اس علامت زیادۃ کے ڈالنے نہ ڈالنے کا فرق کلمہ "اولٰئک" کے ضبط میں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ظاہر ہو گا۔

(۹) آیت زیر مطالعہ کے ضبط کے سلسلے میں کلمہ " اولٰئک " کے طریق ضبط کا اختلاف خصوصاً دلچسپ ہے۔ اس لئے اس پر ذرا تفصیل سے بات کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ اس کلمہ کے " رسم " کی بھی وضاحت اوپر کی جا چکی ہے۔ ضرورت ہو تو اس پر بھی پھر نظر ڈال لیجئے :۔

" اولٰئک " کے ابتدائی ھمزۃ القطع پر ضمہ (ـُـ) دیا جاتا ہے۔ بعض ممالک (برصغیر، ترکی، ایران، چین) میں علامت قطع کے بغیر (اُ) اور عرب اور افریقی ملکوں میں علامت قطع کے ساتھ [أُ ، أُ ، ءاُ ، ٥اُ ، ٤اُ کی صورت میں]

اس ابتدائی الف کے بعد والی " و " تلفظ میں نہیں آتی اس لئے مشرقی ممالک میں اسے ہر قسم کی علامت ضبط سے خالی رکھا جاتا ہے۔ تاہم چونکہ عرب اور افریقی ملکوں کے علاوہ ایران، ترکی اور چین میں " واو مضموم ماقبل مضموم پر علامت سکون نہیں ڈالی جاتی (مثلاً نُور، ھود وغیرہ میں) اس لئے (اور اس قاعدے کو ذہن میں رکھنے والا) وہاں کا قاری اس " أُو " کو پہلی نظر میں لازماً " اُوْ " پڑھ ڈالے گا۔ قاری کو اس غلطی سے بچانے کے لئے عرب اور افریقی ملکوں میں اس " و " پر علامت زیادۃ (یا تنسیخ) ایک باریک دائرہ (٥) لکھی جاتی ہے " أُوْ " کی شکل میں۔ افریقی ملکوں میں علامت سکون (ـْـ) بھی چھوٹے دائرے کی شکل میں (٥) لکھی جاتی ہے اور یہی علامت زیادۃ بھی ہے اس لئے وہ " اولٰئک " کے پہلے حصے کو " أُوْ " ہی لکھتے ہیں۔ گویا اُن کے نزدیک " أُوْ " (بر وزن ھُوْ) تب پڑھا جائے گا جب وہ " أُو " لکھا ہو یعنی " واو " ہر طرح کی علامت ضبط سے خالی ہو اور " أُوْ " کو صرف " أُ " پڑھا جائے گا کیونکہ " و " پر تو علامت زیادۃ ہے یعنی اسے نہیں پڑھنا۔

اس پیچیدہ اور التباس انگیز طریقے کے مقابلے پر برصغیر کا طریقہ ضبط (کہ نہ پڑھے جانے والے حرف علامت ضبط سے خالی رکھے جائیں) زیادہ آسان،

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid.